ہمارے دور میں علماء وطلباء نے مطالعہ چھوڑ دیا اور ان کی اکثریت اکابرین اُمت ؒ کے ناموں اور ان کی کتابوں سے مطلقاً ناآشنا ہے۔

اکابرین اُمت ؒ کے مطالعے کی رفتار کیا تھی، مندرجہ ذیل نقشے کو ملاحظہ فرمائیے:

① حضرت ابوبکر بن احمد باعلوی ؒ نے حضرت امام غزالی ؒ کی ''احیاء علوم الدین'' کو دس دن میں پڑھ لیا تھا۔

② امام مجدالدین شیرازی ؒ نے صحیح مسلم کو تین دن میں پڑھ لیا تھا۔

③ امام قسطلانی ؒ نے ''صحیح بخاری'' صرف تین نشستوں میں پڑھ لی تھی اور یہ تین نشستیں پانچ دن میں مکمل ہوئی تھیں۔

④ حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ نے صحیح مسلم چار نشستوں میں، سنن النسائی الکبیر دس نشستوں اور سنن ابن ماجہ چار نشستوں میں مکمل طور پر پڑھ دی جبکہ ہر نشست چار پہر کی ہوا کرتی تھی۔

⑤ حضرت اسمٰعیل بن احمد نیشاپوری ؒ نے صحیح بخاری کا آغاز بعد از مغرب کیا اور مسلسل نماز فجر تک مطالعہ فرماتے رہے پھر دوسری نشست چاشت کے وقت شروع ہوئی اور نماز مغرب تک صحیح بخاری ہی کی قرأت ہوتی رہی اور اس کے بعد تیسری نشست دوبارہ بعد از مغرب شروع ہوئی اور اگلے دن فجر تک رہی اور صحیح بخاری مکمل طور پر پڑھ کر اُٹھے۔

اکابرین اُمت ؒ کا یہ انہماک تھا، یوں مطالعہ کرتے تھے اور ایسے علماء ہوتے تھے، چاہیے کہ ہم بھی انہی حضرات طیّبین -نوراللہ قبورہم- کی طرح اپنے آپ کو علم کے لیے وقف کردیں۔

○ ○ ○

اخلاص کیا ہے؟

بے نفسی اور اخلاص کا کیا عمدہ نمونہ حضرت امام شافعی ؒ کی ذات تھی، ان کے مشہور شاگرد امام مزنی ؒ فرماتے تھے کہ حضرت امام نے تین جملے ایسے ارشاد فرمائے کہ شاید ہی کسی نے کہے ہوں یا کہے گا۔

ایک تو یہ فرماتے تھے کہ جب تمہیں کسی مسئلے میں صحیح حدیث مل جائے تو اس پر عمل کرنا اور اگر میرا فتویٰ صحیح حدیث کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دینا۔

دوسری بات یہ فرماتے تھے کہ عمر بھر جس سے بھی کبھی مناظرہ ہوا ہے تو اپنا جی کبھی یہ نہیں چاہا کہ میرا مخاطب غلط بات کہہ دے ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ اللہ تعالیٰ نے علم کا جو عطیہ مجھے عنایت فرمایا ہے وہ علم اس اُمت کے ہر ہر فرد کو عطا فرمائے اور کوئی شخص کبھی بھی میرا نام نہ لے کہ اس نے یہ علم میرے ذریعے سے حاصل کیا ہے۔

اور تیسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ میں جو تعلیم اپنے شاگردوں کو دیتا ہوں تو یہ تو جی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تعلیم وتعلّم پر اَجر عنایت فرمائے لیکن جی یہ بھی چاہتا ہے کہ میرے شاگرد کبھی بھی میری تعریف نہ کریں۔

کیسا اِخلاص ہے اور کیسے مٹے ہوئے فرد فرید ہیں کہ اپنے فریق مخالف کے لیے بھی سامان رسوائی کے متمنی نہیں اور علم کا اِنتساب صرف باری تعالیٰ کی طرف، اپنی ذات کا کوئی ذکر نہیں۔

www.seerat.net

○ ○ ○

حضرت شاہ ولی اللہ ؒ اور سلفیت

حضرت شاہ ولی اللہ ؒ نے ۱۱۴۳ھ میں دہلی سے حرمین شریفین کا سفر اختیار فرمایا اور اسی سال حج سے مشرف ہونے کے بعد مزید ایک سال وہیں بسر کیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم ؒ سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کے علم سے متاثر ہوئے اور ان کی صحبت میں بہت وقت گذارا۔ جب ان سے رخصت چاہی تو انہوں نے اپنے اس شاگرد رشید کی محبت میں یہ شعر پڑھا:

نسیت کل طریق کنت أعرفه   إلا طریقاً یودّیني لربعکم

(بس وہ ایک راستہ جو آپ کے گھر کو جاتا ہے، یاد ہے اور بقیہ تمام راستے مجھے بھول گئے ہیں)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد مکرم و شاگرد رشید میں کیسی دلبستگی رہی ہوگی۔

انہی شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم ؒ کے والد شیخ ابراہیم کورانی ؒ المتوفی ۱۱۰۱ھ تھے جو کہ سلفی العقیدہ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ کے بڑے مداح اور ان کے افکار و نظریات کا زبردست دفاع کرتے تھے انہی شیخ ابراہیم کورانی ثم المدنی کو صاحب روح المعانی شیخ شہاب الدین آلوسی ؒ نے ''خاتمۃ المتاخرین'' کے وقیع لقب سے یاد فرمایا ہے اور ان پر جو اثر حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ کا تھا انہی کے صاحبزادے شیخ ابو طاہر کے ذریعے اور واسطے سے حضرت شاہ ولی اللہ ؒ تک پہنچا۔ اس لیے جس شخص نے بھی حضرت شاہ صاحب ؒ کے علوم و افکار کو پڑھا ہے اور حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ کے علوم و افکار کو بھی پڑھا ہے تو وہ یہ جان لے گا کہ کئی ایک مقامات پر ان دونوں اکابر ؒ کی فکر ایک ہی جیسی ہے۔ صفات باری تعالیٰ پر شیخ ابن تیمیہ ؒ کا مسلک کیا تھا اور ہمارے حضرت شاہ صاحب ؒ کا ترجمۂ قرآن کریم دونوں کو ملا کر پڑھیے تو اندازہ ہو جائے گا۔

البتہ تصوف کے باب میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ پر کتاب و سنت کا بہت غلبہ ہے اور حضرت شاہ صاحب ؒ کے ہاں مزید براں سلاسل کا رسوخ اور خاص طور پر سلسلۂ نقشبندیہ کی گہری چھاپ ہے۔ فتوحات الٰہیہ، سطعات، لمعات، سمعات اور حضرت مجدد الف ثانی سرہندی ؒ کے مکتوبات شریف ملا کر پڑھیے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضرت شاہ صاحب ؒ پر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کا کس قدر غلبہ ہے۔

شیخ صدر الدین قونوی کی ''النصوص''، حضرت ابن عربی ؒ کی ''الفتوحات المکیۃ'' علامہ شعرانی ؒ کی ''الیواقیت والجواہر'' اور حضرت مولانا رومی ؒ کی مثنوی کو یکے بعد دیگرے پڑھنا چاہیے، اس سے وحدۃ الوجود کا نظریہ صحیح طور سے کھل کر سامنے بھی آ جاتا ہے اور ان اکابرین ؒ کے متعلق فکر میں اعتدال بھی قائم ہوتا ہے۔

○ ○ ○

ہمارے دور کے مولویوں میں جو خودسری اور اپنی اصلاح سے بے نیازی کا مرض آیا ہے یہ یہودی علماء کے فساد سے مشابہ ہے ان کے دور زوال کی داستانیں اگر پڑھی جائیں تو وہ بھی اپنے علم کو یوں ہی بیچتے تھے اور احکاماتِ الٰہیہ میں تحریف کے مرتب ہوتے تھے اور اگر اس دور

www.seerat.net

کے صوفیاء کی گمراہی دیکھنی ہو تو عیسائیوں کے پادریوں کی تاریخ پڑھنی چاہیے وہ بھی اپنے اکابر کی محبت میں غلو کی وجہ سے تباہ ہو کر رہ گئے تھے۔ اکابرین اُمت رحمۃ اللہ علیہم سے معتدل عقیدت اور محبت نہ ہو تو یہ بھی ایک خودسری او گمراہی ہے اور یہی معتدل عقیدت و محبت اگر حدود سے تجاوز کر کے پرستش کی حدود میں داخل ہو جائے تو یہ بھی ایک گمراہی ہے۔ مولوی جس کی اصلاح نہ ہوئی ہو اور صوفی جو ایک مناسب حد تک خود پڑھا ہوا نہ ہو دونوں ہر آزمائش سے بڑی آزمائش ہے، خلق خدا کی دنیا اور آخرت تباہ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

(۲۰/۰۷/۲۰۱۶)

○ ○ ○

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عظیم احسان فرمایا کہ اُمت کو ایک چھوٹی سی دعا بتا دی کہ صبح یہ دعا مانگ لیا کرو تو شام تک کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور شام کو یہ دعا مانگو تو صبح تک کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْأً وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ."

"تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو میرا پروردگار ہے۔ میں اس کی ذات وصفات میں ہرگز شرک نہیں کرتا اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے۔"

یہ دعا حضرت ابان محاربی رضی اللہ عنہ کو تلقین فرمائی تھی۔

(۲۰/۰۷/۲۰۱۶)

○ ○ ○

ایک شخص کسی کبیرہ گناہ میں مبتلا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور توبہ کرتا رہتا ہے، یہ اس شخص سے اچھا ہے جو کوئی صغیرہ گناہ کرے، اسے معمولی سمجھے اور توبہ نہ کرے۔

(۲۰/۰۷/۲۰۱۶)

○ ○ ○

بادشاہوں کا مزاج یہ بھی ہے کہ دنیا کی ہر قابل فخر چیز اُن کے قبضے میں ہوتا کہ وہ اپنے کبر کی تسکین کا سامان کر سکیں۔ مزاج کی یہ خرابی انھیں ظلم، جنگ اور غصب پر آمادہ کرتی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ اقوام کو جنگ کی بھٹی میں جھونک دیتے ہیں۔ یمن کا بادشاہ تبع حج کے لیے آیا تو مچل گیا کہ حجر اسود بیت اللہ سے اُکھاڑ کر یمن لے جائے گا اور وہاں نصب کرے گا۔ خدم و حشم اور لاؤ لشکر کے ہمراہ تھا، کون جواب دینے کی ہمت کرتا۔ اس کے اصرار پر اُم المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے والد حضرت خویلد بن اسد اُٹھے اور صاف انکار کر دیا کہ ہم کسی صورت حجر اسود کو بیت اللہ سے اُکھاڑنے کی اجازت نہیں دیں گے اور اسے برداشت بھی نہیں کریں گے۔ بقیہ مکیوں کی بھی ہمت بندھی اور سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شاہ یمن نے وقتی طور پر برداشت کر لیا اور اس کی خوش قسمتی کہ رات کو سویا تو اللہ تعالیٰ نے خواب میں اسے ہدایت دے دی۔ ایسا شدید ڈراؤنا خواب دیکھا کہ پسینے چھوٹ گئے اور اپنے ارادے سے باز آ یا۔ حضرت خویلد بن اسد کا انتقال اس واقعے کے بعد ہوا ہے۔ پھر حرب فجار ہوئی اور حرب فجار بھی متعدد ہیں۔ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سن مبارک اس وقت تقریباً بیس کے قریب تھا۔ پانچ

برس کے بعد جب آپ عمر شریف کی پچیسویں منزل طے کر رہے تھے تو انہی مرحوم حضرت خویلد بن اسد کی صاحبزادی حضرت خدیجہ ؓ کا پیغام پہنچا کہ وہ آپ کے حبالہ عقد میں آنا چاہتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے چچاؤں حضرت ابوطالب، حضرت عباس اور حضرت حمزہ کے سامنے بات رکھی اور ان کی رضامندی سے ان کی ہمراہی میں نکاح کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت خدیجہ بن خویلد ؓ کے والد (خویلد بن اسد) کا تو چونکہ انتقال ہو چکا تھا اس لیے ان کے چچا عمرو بن اسد اور ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے ان باراتیوں کا استقبال کیا اور اپنی بھتیجی اور سگی ہمشیرہ حضرت خدیجہ بنت خویلد ؓ کے نکاح کی تقریب انجام پائی۔

جن روایات میں یہ آتا ہے کہ اس نکاح کے وقت حضرت اُم المومنین ؓ کے والد زندہ تھے اور نشے کی حالت میں اپنی بیٹی (خدیجہ بن خویلد) کا نکاح کر دیا اور جب ہوش میں آئے تو بہت پچھتائے، سب غلط، جھوٹی روایات اور تاریخی اعتبار سے پایہ استناد سے ساقط ہیں۔ بہت سے مستشرقین نے انہی غلط روایات پر بھروسہ کر کے حضرت رسالت مآب ﷺ کے کردار قبل از نبوت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ نہ جانا کہ حضرت خویلد بن اسد تو اپنی صاحبزادی صاحبہ کے نکاح کے موقع پر اس دنیا ہی میں نہیں تھے کجا نشے کی حالت میں ہوتے اور پچھتاتے۔

(۲۱/۰۷/۲۰۱۶)

○ ○ ○

ہمارے دور میں چونکہ عمومی طور پر دین اور مذہب کا ماحول نہیں رہا اس لیے اب گمراہی کی صورتیں بھی تبدیل ہو گئی ہیں۔ پچھلے زمانے میں بہت سی مخلوق خدا گمراہ صوفیاء کی وجہ سے گمراہ ہوتی تھی لیکن جب سے مذہب کی جگہ دولت نے لی ہے اور وہ لوگوں کی معبود و مقصود بنی ہے، تب سے لوگوں نے اصل تصوف ہی سے منہ پھیر لیا اور تربیت سے کورے رہ گئے تو جو گمراہیاں تصوف کی راہ سے آتی ہیں، یہ ان میں کیوں مبتلا ہونے لگے، لیکن اب بھی گاؤں، گوٹھ اور دیہی علاقوں میں ایسے جاہل اور جعلی صوفی پائے جاتے ہیں جو اپنی خود ساختہ کرامتوں کی بناء پر لوگوں کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ان جہلاء کو وہ دھوکہ دہی نہ آئی جو آخری زمانے تک شام، مصر، عراق اور اُردن کے مصنوعی صوفیاء کو آتی تھی۔ صاحب روح المعانی حضرت شہاب الدین آلوسی ؒ کے دور میں بھی بغداد میں ایسے شعبدہ باز جعلی صوفی پائے جاتے کہ جن کے حلقے نہایت وسیع تھے، وہ شراب کا جام ہاتھ میں پکڑ کر دہکتے تنور میں اُتر جاتے تھے، آگ میں بیٹھ کر مے نوشی کرتے تھے حتیٰ کہ آگ سرد پڑ جاتی تھی اور یہ اس حال میں تنور سے نکلتے تھے کہ جسم محفوظ اور کپڑے سلامت۔ لوگ ان شعبدہ بازیوں پر جان چھڑکتے تھے اور اس کفر وفسق کو تصوف خیال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ ہمارے ملک کے شعبدہ باز مدعیان تصوف کو ان بھیدوں کی خبر نہ ہوئی۔

(۲۰/۰۷/۲۰۱۶)

○ ○ ○

www.seerat.net